جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المائدہ

(۱۰)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا، وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا، وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

(انسان کی) یہی (سرکشی) ہے جس کی وجہ سے ہم نے (موسیٰ کو شریعت دی تو اُس میں) بنی اسرائیل پر فرض کر دیا کہ جس نے کسی ایک انسان کو قتل کیا، اِس کے بغیر کہ اُس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں کوئی فساد برپا کیا ہو تو اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک انسان کو زندگی بخشی، اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔[۸۴] (پھر یہی نہیں، اِس کے ساتھ) یہ بھی حقیقت ہے کہ (اِن

---

[۸۴] انبیا علیہم السلام کی شریعت میں یہ قانون ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ یہود کا حوالہ محض اُن کی شقاوت و شرارت کو نمایاں کرنے کے لیے آیا ہے۔ اِس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کے لیے خاص کوئی قانون ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام اور اُن کی ذریت کو جو ہدایت اِس معاملے میں کی گئی تھی، وہ بائیبل کی کتاب پیدایش میں اِس طرح مذکور ہے:

”...آدمی کی جان کا بدلہ آدمی سے اور اُس کے بھائی بند سے لوں گا۔ جو آدمی کا خون کرے، اُس کا خون آدمی

فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ﴿۳۲﴾

پر اتمام حجت کے لیے) ہمارے پیغمبر اِن کے پاس نہایت واضح نشانیاں لے کر آئے، لیکن اِس کے باوجود اِن میں سے بہت سے ہیں جو حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔[85] ۳۲

سے ہوگا، کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔'' (۹: ۵-۶)

اِس قانون کی وضاحت آگے سلسلۂ بیان کے آخر میں ہوگی۔ قتل نفس کی سنگینی کو واضح کرنے کے لیے قصاص کا اصل فلسفہ یہاں بیان کر دیا ہے۔ اِس فلسفے کی رو سے جو فرائض اِس قانون کے ماننے والوں پر عائد ہوتے اور جن ذمہ داریوں کے وہ مکلّف ٹھیرتے ہیں، وہ استاذ امام امین احسن اصلاحی کے الفاظ میں یہ ہیں:

''ایک یہ کہ ہر حادثۂ قتل پوری قوم میں ایک ہلچل پیدا کر دے۔ جب تک اُس کا قصاص نہ لے لیا جائے، ہر شخص یہ محسوس کرے کہ وہ اُس تحفظ سے محروم ہو گیا ہے جو اُس کو اب تک حاصل تھا۔ قانون ہی سب کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر قانون ہدم ہو گیا تو صرف مقتول ہی قتل نہیں ہوا، بلکہ ہر شخص قتل کی زد میں ہے۔

دوسری یہ کہ قاتل کا کھوج لگانا صرف مقتول کے وارثوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ پوری جماعت کی ذمہ داری ہے، اِس لیے کہ قاتل نے صرف مقتول ہی کو قتل نہیں کیا، بلکہ سب کو قتل کیا ہے۔

تیسری یہ کہ کوئی شخص اگر کسی کو خطرے میں دیکھے تو اُس کو پرایا جھگڑا سمجھ کر نظر انداز کرنا اُس کے لیے جائز نہیں ہے، بلکہ اُس کی حفاظت و حمایت تا بہ حد مقدور اُس کے لیے ضروری ہے، اگرچہ اِس کے لیے اُسے خود جوکھم برداشت کرنی پڑے۔ اِس لیے کہ جو شخص کسی مظلوم کی حمایت و مدافعت میں سینہ سپر ہوتا ہے، وہ صرف مظلوم ہی کی حمایت میں سینہ سپر نہیں ہوتا، بلکہ تمام خلق کی حمایت میں سینہ سپر ہوتا ہے جس میں وہ خود بھی شامل ہے۔

چوتھی یہ کہ اگر کوئی شخص کسی قتل کو چھپاتا ہے یا قاتل کے حق میں جھوٹی گواہی دیتا ہے یا قاتل کا ضامن بنتا ہے یا قاتل کو پناہ دیتا ہے یا قاتل کی دانستہ وکالت کرتا ہے یا دانستہ اُس کو جرم سے بری کرتا ہے، وہ گویا خود اپنے اور اپنے باپ، بھائی، بیٹے کے قاتل کے لیے یہ سب کچھ کرتا ہے، کیونکہ ایک کا قاتل سب کا قاتل ہے۔

پانچویں یہ کہ کسی مقتول کے قصاص کے معاملے میں مقتول کے وارثوں یا حکام کی مدد کرنا بھی، درحقیقت مقتول کو زندگی بخشنا ہے۔ اِس لیے کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ قصاص میں زندگی ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۵۰۳)

[۸۵] یعنی پہلے بھی حدود سے تجاوز کرتے رہے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں اور خدا کے پیغمبروں کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود سرکشی اور فساد کی وہ روش چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو اِنھوں نے ہمیشہ سے اختیار کر رکھی

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ

(اُنھیں بتا دیا جائے کہ) جو اللہ اور اُس کے رسول سے لڑیں گے اور زمین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کریں گے،[86] اُن کی سزا پھر یہی ہے کہ عبرت ناک طریقے سے قتل کیے جائیں[87] یا سولی پر چڑھائے

ہے۔

[۸۶] اللہ کا رسول دنیا میں موجود ہو اور لوگ اُس کی حکومت میں اُس کے کسی حکم یا فیصلے کے خلاف سرکشی اختیار کر لیں تو یہ اللہ و رسول سے لڑائی ہے۔ اِسی طرح زمین میں فساد پیدا کرنے کی تعبیر ہے۔ یہ اُس صورت حال کے لیے آتی ہے، جب کوئی شخص یا گروہ قانون سے بغاوت کر کے لوگوں کی جان و مال، آبرو اور عقل و رائے کے خلاف برسر جنگ ہو جائے۔ چنانچہ قتل، دہشت گردی، زنا، زنا بالجبر اور چوری ڈاکا بن جائے یا لوگ بدکاری کو پیشہ بنا لیں یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئیں یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت و آبرو کے لیے خطرہ بن جائیں یا نظم ریاست کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں یا اغوا، تخریب، ترہیب اور اِس طرح کے دوسرے سنگین جرائم سے حکومت کے لیے امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیں تو وہ اِسی فساد فی الارض کے مجرم ہوں گے۔

آیت میں اِس کے لیے 'یَسْعَوْنَ' اور 'یُحَارِبُوْنَ' وغیرہ کی صورت میں جمع کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جرم اگر جتھا بنا کر ہوا ہے تو اُس کی سزا بھی انفرادی حیثیت سے نہیں، بلکہ اُس جتھے کو جتھے ہی کی حیثیت سے دی جائے گی۔ چنانچہ مجرموں کا کوئی گروہ اگر فساد فی الارض کے طریقے پر قتل، اغوا، زنا، تخریب، ترہیب اور اِس طرح کے دوسرے جرائم کا مرتکب ہوا ہے تو اِس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ متعین طور پر جرم کا ارتکاب کن ہاتھوں سے ہوا اور کن سے نہیں ہوا ہے، بلکہ جتھے کا ہر فرد اِس میں شریک سمجھا جائے گا اور اُس کے ساتھ معاملہ بھی لازماً اِسی حیثیت سے ہو گا۔

[۸۷] اصل میں 'اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن کے معنی یہ ہیں کہ اللہ و رسول سے محاربہ اور فساد فی الارض کے یہ مجرم صرف قتل ہی نہیں، بلکہ عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے جائیں۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ 'قتل' یہاں 'تقتیل' کی صورت میں آیا ہے۔ بنا میں یہ زیادت نفس فعل میں شدت اور مبالغہ کے لیے ہوئی ہے۔ اِس وجہ سے 'تقتیل' یہاں 'شر تقتیل' کے مفہوم میں ہے۔ چنانچہ حکم کا تقاضا یہ ہو گا کہ اِن مجرموں کو ایسے طریقے سے قتل کیا جائے جو دوسروں کے لیے عبرت انگیز اور سبق آموز ہو۔ رجم، یعنی سنگ ساری بھی اِسی کے تحت داخل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ.
ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

جائیں[۸۸] یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ دیے جائیں[۸۹] یا اُنھیں علاقہ بدر کر دیا جائے[۹۰]۔ یہ اُن کے لیے دنیا میں رسوائی ہے[۹۱] اور آخرت میں اُن کے لیے ایک بڑا عذاب ہے، مگر اُن کے لیے نہیں جو

علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اوباشی کے بعض مجرموں کو یہ سزا اِسی آیت کے حکم کی پیروی میں دی ہے۔

[۸۸] یہ سزا 'صلب' سے 'تفعیل' میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: 'اَوْ يُصَلَّبُوْٓا'، یعنی ایسے لوگوں کو صرف سولی ہی نہ دی جائے، بلکہ عبرت ناک طریقے سے سولی دی جائے۔ یہ سولی وہ چوبی آلہ ہے جس پر مجرم کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک کر اُسے لٹکا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اُسی پر لٹکا ہوا جان دے دیتا ہے۔ سزا کی یہ صورت کچھ کم عبرت انگیز نہیں ہے، لیکن آیت میں لفظ 'يُصَلَّبُوْٓا' کا تقاضا ہے کہ اِس کے لیے بھی وہ طریقے اختیار کیے جائیں جو زیادہ دردناک اور زیادہ عبرت انگیز ہوں۔

[۸۹] بے ترتیب کاٹ دینے کا یہ حکم بھی عبرت انگیزی ہی کے نقطۂ نظر سے ہے اور اِس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس طرح کے کسی مجرم کی اگر جان بخشی بھی کی جائے تو اِس طرح کی جائے کہ اُسے عبرت کا ایک نمونہ بنا کر اُس کی شرانگیزی کے تمام اسلحہ بالکل بے کار کر دیے جائیں۔

[۹۰] یہ سب سے کم سزا ہے جو اِن مجرموں کے لیے بیان ہوئی ہے۔ پہلی دو سزائیں مجرم کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ تیسری سزا کے نتیجے میں وہ ہاتھ پاؤں سے محروم ایک نمونۂ عبرت کے طور پر زندہ رہتا ہے اور یہ چوتھی اور آخری سزا اُس کے جسم و جان کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر محض اُس کے وطن اور گھر در سے اُسے محروم کرتی ہے۔ قرآن کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ عام حالات میں یہ سزا اِسی صورت میں دی جائے، لیکن کسی وجہ سے اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجرم کو کسی خاص علاقے میں پابند یا اُس کے گھر میں نظر بند کر دینے سے بھی حکم کا منشا یقیناً پورا ہو جائے گا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ اور اِس سے پہلے مذکور تمام سزائیں حرف 'اَوْ' کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید نے حکومت کو اختیار دیا ہے کہ وہ جرم کی نوعیت، مجرم کے حالات اور جرم کے موجود اور متوقع اثرات کے لحاظ سے اِن میں سے جو سزا مناسب سمجھے، اِس طرح کے مجرموں کو دے سکتی ہے۔ تقتیل اور تصلیب جیسی سزاؤں کے ساتھ اِس میں نفی کی سزا اِس لیے رکھی گئی ہے کہ سزا میں انتہائی سختی کے ساتھ حالات کا تقاضا

تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ، فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

تمھارے قابو پانے سے پہلے توبہ کرلیں۔ سو (اُن پر زیادتی نہ کرو اور) اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔[92] ۳۳-۳۴

ہو تو مجرم کے ساتھ نرمی کے لیے بھی گنجایش باقی رکھی جائے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:

’’...اِس طرح کے حالات میں صرف اِسی امر کو ملحوظ نہیں رکھنا پڑتا ہے کہ جرم کرنے والے جتھے نے صرف مال کو نقصان پہنچایا ہے، بلکہ اِس سے بڑھ کر زمانہ، مقام اور جتھا بندی کرنے والے مجرموں کے عزائم اور اُن کے اثرات پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ مثلاً، زمانہ جنگ یا بدامنی کا ہو تو اُس میں لازماً سخت اقدام کی ضرورت ہو گی۔ اِسی طرح مقام سرحدی یا دشمن کی سازشوں کا آماج گاہ ہو، تب بھی موثر کارروائی ضروری ہو گی۔ اگر شرارت کا سرغنہ کوئی بڑا خطرناک آدمی ہو اور اندیشہ ہو کہ اُس کو ڈھیل ملی تو بہتوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ پیش آجائے گا، تب بھی حالات کے لحاظ سے موثر قدم اٹھانا پڑے گا۔ غرض اِس میں اصلی اہمیت جزوی واقعات کی نہیں، بلکہ بغاوت کے مجموعی اثر اور ملک و ملت کے مصالح کی ہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۲/ ۵۰۶)

[۹۱] یہ الفاظ اِس تنبیہ کے لیے آئے ہیں کہ اِس طرح کے مجرموں کو سزا دیتے وقت کسی شخص کے دل میں ہم دردی کے کوئی جذبات پیدا نہ ہوں۔ وہ پروردگار جو اُن کا خالق ہے، اِن جرائم کے بعد اُس کا فیصلہ یہی ہے کہ اُنھیں اِس دنیا میں بالکل رسوا کر دیا جائے۔ اِس سزا کا مقصد یہی ہے اور اِسے ہر حال میں پیش نظر رہنا چاہیے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

’’...دنیا میں اِن کی یہ رسوائی دوسروں کے لیے ذریعۂ عبرت و بصیرت ہو گی اور اِس کے اثر سے اُن لوگوں کے اندر بھی قانون کا ڈر اور احترام پیدا ہو گا جو یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ مجرد قانون کی افادیت اور عظمت کی بنا پر اُس کا احترام کریں۔ موجودہ زمانے میں جرم اور مجرمین کے لیے فلسفہ کے نام سے جو ہمدردانہ اور رحم دلانہ نظریات پیدا ہو گئے ہیں، یہ اُنھی کی برکت ہے کہ انسان بظاہر جتنا ہی ترقی کرتا جاتا ہے، دنیا اتنی ہی جہنم بنتی جا رہی ہے۔ اسلام اِس قسم کے مہمل نظریات کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اُس کا قانون ہوائی نظریات پر نہیں، بلکہ انسان کی فطرت پر مبنی ہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۲/ ۵۰۷)

[۹۲] یعنی اِس طرح کے مجرم اگر حکومت کے کسی اقدام سے پہلے خود آگے بڑھ کر اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں تو اُن سے پھر عام مجرموں کا معاملہ کیا جائے گا۔ اِس صورت میں اُنھیں محاربہ یا فساد فی الارض کا مجرم

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قرار نہیں دیا جائے گا۔ استاذ امام نے لکھا ہے:

’’...یہ خاص اختیارات صرف اُن باغیوں کے خلاف استعمال کیے جائیں گے جو حکومت کے حالات پر قابو پانے سے پہلے تک اپنی بغاوت پر اڑے رہے ہوں اور حکومت نے اپنی طاقت سے اُن کو مغلوب و مقہور کیا ہو۔ جو لوگ حکومت کے ایکشن سے پہلے ہی توبہ کر کے اپنے رویے کی اصلاح کر چکے ہوں، اُن کے خلاف اُن کے سابق رویے کی بنا پر اِس قسم کا کوئی اقدام جائز نہیں ہوگا، بلکہ اب اُن کے ساتھ عام قانون کے تحت معاملہ ہوگا۔ اگر اُن کے ہاتھوں عام شہریوں کے حقوق تلف ہوئے ہیں تو حتی الامکان اُن کی تلافی کرا دی جائے گی۔

آیت میں ’فَاعْلَمُوْٓا‘ کے لفظ کے زور کو اگر ذہن میں رکھیے تو یہ بات صاف نکلتی ہے کہ قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ اور اصلاح کر لینے والوں کے معاملے میں حکومت کے لیے کوئی انتقامی کارروائی جائز نہیں ہے۔ خدا غفور اور رحیم ہے، جب وہ پکڑ سے پہلے توبہ و اصلاح کر لینے والوں کو معاف کر دیتا ہے تو اُس کے بندوں کا رویہ اِس سے الگ کیوں ہو؟‘‘ (تدبر قرآن ۲/ ۵۰۸)

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com